

قرآنی اصولوں کی روشنی میں معاشرتی استحکام

(پاکستان کے تناظر میں)

Social Integration in the light of Qur'anic Principles
(in Pakistan's perspective)

*ڈاکٹر میونہ تمسم

**پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

ABSTRACT

Islam is the religion of nature. It not only approves the social interaction among the masses, but also helps in its development towards positive ends. Islam has given natural and universal principles which help its followers to develop a harmonious society, discouraging all the attempts to divide the society into different sections. Islamic society is based upon the following fundamental principles i.e equality, harmony of thoughts, justice, *amar-bil-maaruf-wa-nahi-anilmunkar* (ask for good and forbid from evil), unity, sense of responsibility, virtue and evil, abolition of sectarianism & fulfillment of promises, reflecting the universality of the religion, Islam.

Pakistan today, is facing various social problems like terrorism, corruption, poverty, unemployment, broken families, sectarianism, onslaught of western culture and demand of unrestricted liberty by womenfolk. The moral degradation of the society is due to the fact that the true Islamic spirit and moral teachings and trainings of Islam have not been applied with true mind and honest intentions. The moral values are ignored by the media which is the cause of great concern.

Keywords: Social Integration, religion of nature, Qur'anic Principles, fundamental principles.

* اسٹنسٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج خواتین پیغمبر سٹی، لاہور

* چیری میں شعبہ علوم اسلامیہ، پیغمبر سٹی آف سر گودھا

اسلام دین فطرت ہے، اسلام انسانوں کے باہمی میل جوں سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعیت کی نشوونما میں معاونت بھی کرتا ہے اور ایسے فطری و آفتابی رہنما اصول فراہم کرتا ہے جن سے معاشرتی اجتماعیت کو تقویت ملے۔ اسلام کسی ایسی سوچ کو مستقل نہیں قرار دیتا، جو خالق کائنات کی اس خاکی مخلوق میں باہمی تفریق پر منصب ہو، اسلام اختلاف کی کسی بھی غیر فطری بنیاد کو تسلیم نہیں کرتا۔

قرآنی اصولوں کی روشنی میں معاشرتی استحکام

اسلام کا سارا معاشرتی ڈھانچہ کچھ بنیادی اصولوں پر استوار ہے۔ ان میں کچھ بنیادی اصول ذیل کی سطروں میں ذکر کئے چار ہے ہیں، جو معاشرتی استحکام کے لئے اشد ضروری ہیں:

وحدتِ نسل انسانی:

اسلام وحدتِ نسل انسانی کا داعی ہے، وہ انسانوں کی محدود تفریق کا تاکل نہیں، جیسے رنگ و نسل، زبان و وطن وغیرہ۔ یہ معاشرے کی اساس نہیں، بلکہ ان پر تفاخر معاشرہ کو عدم استحکام سے دوچار کر دیتا ہے، اسی لیے اسلام انسانوں کے درمیان ان ظاہری اختلافات کو باعثِ فضیلت یا سببِ ذاتِ تسلیم نہیں کرتا، بلکہ انہیں محض ذریعہ پہچان قرار دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ارشادِ باری ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّبَلَى لِتَعْرِفُوا إِنَّ أَكْثَرَكُمْ عِنْدَ أَنَّهُمْ أَنْفَاكُمْ﴾^(۱)

(اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنادیئے ہیں تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے)۔

وحدتِ نسل انسانی کا یہ داعیہ معاشرتی استحکام کی جوہری اساس ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي حَكَمَ مِنْ تَقْسِيمٍ وَّجْهَهُ وَخَلَقَ مِنْهَا زُوْجَهَا﴾

﴿وَبَئَثَ مِنْهَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾^(۲)

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جو ز پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم اللہ سے ڈرو، جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قربات سے بھی ڈرو)۔

نبی کریم ﷺ نے معاشرتی تفریق کو ختم کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا، جس میں رنگ و نسل قوم و قبیلہ زبان و وطن، غرضیکہ کسی بنیاد پر بھی کوئی شخص کسی سے افضل اور اعلیٰ نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَحْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهُا

بِالْآبَاءِ، النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ ^(۳)

(اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور اس پر فخر کرنے کو دور کر دیا، لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے)۔

اسلامی معاشرہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں، نہ تو امارت کسی کے لیے وجہ تکریم ہے اور نہ غربت و جہ ذلت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَفَدَ كَرَمَنَا بَنَى آدَمَ﴾ ^(۴)

(ہم نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو عزت کے قابل بنایا ہے)۔

قرآن مجید نے معاشرہ میں لوگوں کی عزت اور ذلت کا معیار اچھے اعمال اور تقویٰ مقرر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِمَّا عَكِمُوا﴾ ^(۵)

(ہر ایک کا درجہ اس کے کاموں کے لحاظ سے ہے)۔

رسول کریم ﷺ نے جیجہ الوداع کے موقع پر ایک مشہور خطبہ میں فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلٌ لِعَرَبِيٍّ
عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا
أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالْتَّفْوَى ^(۶)

(اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے، اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو نہیں پڑا اور نہیں کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے)۔

یعنی تمام مسلمان برابر ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

وحدث فُرَاسَانِ:

اسلام کا دعویٰ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے جن اصولوں کی ضرورت تھی، وہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت کر دیئے۔
ارشادربانی ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَجَدَهُ فَعَثَ اللَّهُ أَنَّكِنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾^(۱)

(در اصل لوگ ایک ہی گروہ تھے، اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبری یاد دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا)۔

مگر انسانوں نے اس وحدت کو ضائع کر کے مصنوعی اور بناؤٹی فکری خاکے مرتب کرنے شروع کر دیئے۔ جس کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَجَدَهُ فَاخْتَلَفُوا﴾^(۲)

(اور تم سب لوگ ایک ہی امت تھے اور پھر الگ الگ ہو گئے)۔

اس وقت امت مسلمہ ذہنوں اور ماحول میں پائے جانے والے اختلاف اور انتشار کی وجہ سے فکری انحطاط کی شکار ہے اور اپنی سمت کا تعین نہیں کر پا رہی۔ اس جمود کو توڑنے کے لئے ہمیں آپس میں محبت، ایثار اور اتفاق کی ضرورت ہے۔ فرمان نبوی ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبِّ لِنَفْسِهِ^(۳)

(تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)۔

توحید و اطاعت:

اسلام کی تعلیم کی بنیاد توحید ہے، یعنی اللہ کو اس کی ذات صفات اور افعال میں ایک

جاننا اور اسی کی عبادت بجالانا۔ اس وجہ سے اسلامی معاشرہ کی اہم اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام افراد صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے سامنے سرگوں ہوتے ہیں۔ اسلام عبادت کو مقصد زندگی ٹھہراتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّةَ وَالْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾^(۱۰)

(میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)۔

اللہ کی عبادت ہی کمالات کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثُوبَ أَبْيَضُ، فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ،
ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتِيقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ:
”مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ ماتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ
” قُلْتُ: وَإِنْ رَبَّى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: ”وَإِنْ رَبَّى وَإِنْ سَرَقَ“ قُلْتُ:
وَإِنْ رَبَّى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: ”وَإِنْ رَبَّى وَإِنْ سَرَقَ“ ثَلَاثَةً، ثُمَّ قَالَ فِي
الرَّابِعَةِ: ”عَلَى رَغْمِ أَنْفُ أَبِي ذَرٍ“ قَالَ: فَخَرَجَ أَبُو ذَرٍ وَهُوَ يَقُولُ:
”وَإِنْ رَغْمَ أَنْفُ أَبِي“^(۱۱)

(میں ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ کے سامنے سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے میں واپس چلا گیا پھر دوبارہ حاضر ہوا، تو سورہ ہے تھے۔ پھر گیا تو آپ ﷺ جاگ رہے تھے، میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب بندے نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس پر وہ مرگ لیا توہ جنت میں داخل ہو گا۔“ میں نے عرض کیا: اگرچہ وہ زنا کرتا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔“ میں نے جتنی مرتبہ اس طرح کہا آپ ﷺ نے بھی تین مرتبہ فرمایا، پھر چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے، ابو ذر رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلو دھو۔“ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا محبت اور شفقت بھرا جملہ دھراتے ہوئے نکلے کہ ابوذر کی ناک خاک آلو دھو!)۔

اس حدیث میں لا الہ الا اللہ سے محض زبانی اقرار مراد نہیں ہے، بلکہ ایسا اقرار جس کے ساتھ

قلبی یقین و تصدیق بھی شامل ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۚ ثُمَّ أَسْتَقْدَمُو﴾ (۱۲)

(بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی)۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبِّهِ، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا (۱۳)

(اس نے ایمان کا مزہ پکھ لیا، جو اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا)۔

ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مراد وہ شرح صدر اور اطمینان قلبی ہے، جو حقیق طور پر ایک مومن کو ہی مل سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت:

اطاعت رسول، توحید کا لازم ہے۔ قرآن مجید میں اطاعت رسول ﷺ کا ذکر متعدد مرتبہ آیا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَأُ حَسَنَةٍ﴾ (۱۴)

(یعنی تمہارے لیے اللہ کے رسول میں عملی نمونہ ہے)۔

﴿وَمَا ءاَنْتُمْ كُلُّمُ الرَّسُولِ فَحُذُّرُوهُ وَمَا نَهَّلُكُمْ عَنْهُ فَانْهُوَا﴾ (۱۵)

(اور یعنی رسول جو کچھ تھیں دے، اس کو لے لو اور جس سے روکے، اس سے رک جاؤ)۔

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُجْبِونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُنِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ﴾ (۱۶)

(کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری عبادت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا)۔

حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ
 أَجْمَعِينَ (۱۶)

(تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہو گا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)۔

شرفِ انسانیت

توحید کا لازمی نتیجہ شرفِ انسانیت ہے، کیونکہ توحید انسان کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلاتی ہے اور اس کو اشرفِ الخلوقات قرار دیتی ہے۔ عظمتِ آدمیت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمَنَا بَيْتَ آدَمَ وَجَلَّنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنْ﴾

﴿الْطَّيْبَاتِ وَفَضَّلَنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ خَلْقِنَا تَقْضِيلًا﴾ (۱۸)

(اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خلکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بہتر پر جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔ بڑی فضیلت دی ہے۔)

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَكَنَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (۱۹)

(یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔)

عدل و انصاف:

قرآن کریم ایسے معاشرہ کا خواہاں ہے جس میں ہر شخص عدل و انصاف پر عمل کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہو، بلکہ اس کا دائرہ اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ دشمنوں کو بھی شامل ہے۔ ارشاد ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا فَوَّادِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءِ إِلَيْ القُسْطِ وَلَا

يَعْجِرُ مَنَّكُمْ شَنَاعُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَا تَعْدِلُوا أَعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ

لِلتَّقْوَىٰ وَأَتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْتُ﴾ (۲۰)

(اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے عدل کیا کرو جو پر ہیز کاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ إِنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾^(۲۱)

(اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔)

﴿فُلْ أَمْرَ رَبِّي ۖ يَا لِقْبَسْطِ﴾^(۲۲)

(اور کہہ دیجئے میرے رب نے انصاف کا حکم کیا ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمر رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”انصاف کرنے والے حکام اللہ کے ہاں دائیں جانب نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ جبکہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ (انصاف کرنے والوں سے) مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے دائرہ اقتدار میں اور اپنے اہل و عیال میں اور رعیت کے معاملات میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔^(۲۳)

اسلام جس عدل و انصاف کا قائل ہے وہ کوئی حکم تعبدی نہیں ہے، بلکہ اسلامی عدالت سے معاشرے میں استقامت استحکام اور ترقی و سلامتی آتی ہے۔ الملک یقینی مع الكفر ولا یقینی مع الظلم سے پتاچلتا ہے کہ معاشرتی خطرنوں اور عدم سلامتی کی بنیادی وجہ بے انصافی اور ظلم ہوتا ہے۔

حضرت وہب بن منبه رض کا بیان ہے کہ جب امیر وقت اپنی رعایا میں جور و ظلم کا ارادہ کرتا ہے اور تو اس کی مملکت سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ بازار، کھیت، باغات سب جگہ مظالم کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور جب عدل و انصاف رائج کرنا چاہتا ہے تو ہر جگہ رونق اور برکت نازل ہوتی ہے۔ حضرت ولید بن ہشام نے فرمایا ”إِنَّ الرَّعْيَةَ لِيَصْلَحَ بِصَلَاحِ الْوَالِيٍّ وَتُفْسِدُ بِفَسَادِهِ“^(۲۴) رعایا کی صلاح اور فلاح کا دار و مدار امیر وقت کے صالح و عادل ہونے پر ہے اور رعایا کی بربادی امیر وقت کی فساد نیت سے متعلق ہے۔

امر بالمعروف و نهى عن المنكر:

معاشرتی نظم کا تقاضا ہے کہ امر بالمعروف و نهى عن المنکر ہوتا رہے، کیونکہ لوگوں میں اعمال صالحہ کی اشاعت اور سماجی امور کا اہتمام و انصرام اور تبلیغ و ترویج میں سستی اور غفلت سے پرہیز ایسے امور ہیں، جن پر عمل کرنے کے ثبت اثرات اور ترک کرنے کے منفی اثرات تمام معاشرے پر یکساں طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ ان امور پر عمل اور ان کی معاشرتی ترویج اسلامی معاشرے کا بنیادی اصول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلناسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايْتُ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾
(۲۵)

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بربری باتوں سے روکتے ہو)۔

اس عظیم فریضہ سے انحراف کا نتیجہ قوموں کو ہلاکت اور ان کے انهدام کی شکل میں نکتا ہے۔

سورۃ المائدہ میں ایک قوم کی گرفت کا سبب ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهُونَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَيْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾
(۲۶)

(آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جودہ کرتے تھے روکتے نہ تھے، جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت بر احتا)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَإِذَا زَكَرُوا وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾
(۲۷)

(لوگ اگر ہم ان کے پاؤں زمین میں جمادیں تو نماز پڑھیں گے زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کی ترغیب دیں گے اور برائی سے باز رکھیں گے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَعْرِرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِيلِسانِهِ، فَإِنْ لَمْ

يَسْتَطِعُ فِقْلِيهُ، وَذَلِكَ أَصْعَفُ الْإِيمَانِ^(۲۸)

(جو تم میں سے برائی کو دیکھئے اسے چاہیے کہ ہاتھ سے بدلتے یعنی روکے اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل سے بر اجائے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔

قرآن میں ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَيَنْهَا عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾^(۲۹)

(اور اسلام تمہیں بے حیائی، نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے۔ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے بر اسکھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے^(۳۰)۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کی حدود میں برائی کو نہ روکنے والے اور اس کے مرتكب ہونے والے کی مثل ان لوگوں کی مانند ہے جنہوں نے کشتی میں (بیٹھنے کی جگہ کے لیے) قرعد اندازی کی۔ کچھ لوگ کشتی کے نچلے حصے میں اور کچھ لوگ اوپر والے حصے میں چل کر تو جو لوگ ان کے نچلے حصے میں تھے وہ ان لوگوں کے پاس پانی لے کر گزرتے جو کشتی کے اوپر والے حصے میں تھے۔ انہیں اس سے تکلیف ہوئی (اس لیے انہوں نے نچلے حصے والوں کو اوپر آنے سے روک دیا) چنانچہ (نچلے حصے والوں میں سے) ایک شخص نے کھاڑا اٹھایا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوارخ کرنا چاہا تو اوپر کے حصے والے اس کے پاس آئے اور انہوں نے کہا تھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا تم میرے (اوپر جانے) سے تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ مجھے پانی کی ضرورت ہے، “فَإِنْ أَخْدُوا عَلَىٰ يَدَيْهِ أَنْجُوهُ وَنَجَوَا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرْكُوهُ أَهْلَكُوهُ وَأَهْلَكُوَا أَنْفُسَهُمْ”^(۳۱)۔ (اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑ لیں گے تو اسے بھی نجات دلادیں گے اور خود بھی نجات پائیں گے اور اگر اسے کچھ نہ کہیں گے تو اسے موت کے حوالے کر دیں گے اور اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں گے)۔

سنن ابی داؤد میں یہ روایت حضرت شعبہؓ سے یوں مروی ہے کہ: "جس کسی قوم میں نافرمانیا ہوتی ہوں اور معا�ی سے بچنے والوں کی تعداد زیادہ اور دوسروں کی کم ہو اور پھر وہ نہ رکیں تو ان سب پر عذاب آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔" ^(۲۲)

حضرت جریر بن عبد اللہ بھلیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جن لوگوں میں ان کی نافرمانی کی جائے جب کہ وہ (گناہ کرنے والوں سے) زیادہ طاقتور اور زیادہ زور آور ہوں، اس کے باوجود (مجرموں کو گناہ سے) منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کر دیتا ہے۔" ^(۲۳)

امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کی تکمیل شرعی سزاوں کے نفاذ سے ہی ہو سکتی ہے، یہ متقدم ترک واجبات اور ارتکاب حرام پر سزا میں دینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یعنی امر بالمعروف کا فریضہ معاشرتی استحکام کا اساسی عنصر ہے۔

اتحاد و اتفاق:

اتحاد و اتفاق، الفت و یگانگت، مجموعی پیار و محبت کی فضلا کا قیام دینی معاشرے کے قیام و استحکام

کے بنیادی لوازمات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعْصَمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَإِذَا كُرُوا يَعْمَلُ اللَّهُ

عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءَ فَالَّذِي بَيْنَ فُلُوْكُمْ فَاصْبَرُوهُمْ يَعْمَلُهُمْ إِلَّا وَنَا

^(۲۴)

(اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھا لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے جھائی جائی ہو گئے)

مزید فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَأَخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾ ^(۲۵)

(اپنے بچپنوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اختلاف اور تفرقہ کی زندگی برکی)

قرآن کی نظر میں معاشرتی اتحاد و استحکام ایک طرح کی طاقت ہے اور تفرقہ و تشتت پاؤں

اکھڑنے کا سبب ہے۔

﴿وَلَا تَنْزَعُوا فَنَفَشُلُوا وَنَذَهَبَ رِيحُكُوكُ وَاصْبِرُوا﴾^(۳۶)

(آپ میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا
اکھڑ جائے گی اور صبر کرو)۔

جھگڑے یقیناً معاشرتی انحطاط اور زوال کا سبب ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَبِيعًا مَا أَفْلَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنْ﴾

﴿الَّهُ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾^(۳۷)

(اگر تم دنیا کی ہر چیز خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں افت پیدا نہ کر سکتے لیکن
اللہ نے ان میں محبت و افت ڈال دی ہے)۔

﴿أَدْفَعْ بِإِلَيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا أَلَّدِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَانَهُ وَلِيٌّ

﴿حَمِيمٌ﴾^(۳۸)

(بدی کو اس خصلت سے کہ بہت اچھی ہے دفع کر دو وہ شخص جس کو تجوہ سے عداوت
ہے وہ بکایک ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ رشتہ دار یادو سوت ہو)۔

ایک اور مقام پر مسلمانوں کی وحدت کو عمارت کے ساتھ یوں تشبیہ دی ہے:

﴿الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ كَالْبَنْيَانَ يَسْلُدُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ

(ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ
دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیہ
دی)۔

سو مسلم معاشرے کے ہر فرد کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ باہم مل کر ایک جماعت بن کر
رہیں۔ اسی طرح حکام اور سرکاری اہل کاروں کو بھی اخروی انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔ اسلام صرف
جماعت بن کر رہنے کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ وہ مسلمانوں کو بکجا بن کر زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔
سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ
ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید، مگر قیامت کے روز اللہ کے ہاں (بلند) مراتب و منازل کی وجہ
سے انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں

بتائیں وہ کون (سعادت مند) لوگ ہوں گے تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ لوگ جو کسی مالی لائق یا نبی تعلق کے بغیر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ ان کے چہرے نور سے (منور) ہوں گے اور وہ لوگ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ جب لوگ خوف زده ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔ جب لوگ غمگین و پریشان ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی غم اور پریشانی نہ ہو گی۔“ آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿أَلَا إِنَّ أُولَئِكَ اللَّهُ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَرُونَ﴾^(۲۰) (آگاہ ہو! بے شک اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

احساس ذمہ داری:

اجتماعی شعور پیدا کرنے، اسے بیدار رکھنے اور موثر بنانے کے لیے اسلام نے ہو اقدامات کیے ہیں، اس میں بہت اہم فرد کا اپنا احساس ہے فرد اپنے گناہوں کا تہذیمہ دار ہے۔ معاشرتی جرائم کی جو سزا اجتماعی ہے وہ معاشرہ نافر کرتا ہے لیکن اس کا انفرادی معاملہ اس کے رب کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَنكِبْ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تُرْزُ وَازِدَةٌ وَزَرْ أُخْرَى﴾^(۲۱) (اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا أَكْتَسَبَتْ﴾^(۲۲)

(اسی کے لئے ہے وہ جو اس نے کمایا اور تم پر ہے جو تم نے کمایا)۔

ہر انسان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے اپنا فرض ادا کرتے ہیں دوسروں سے تقابل

نہیں کرنا چاہیے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿عَلَيْكُمْ أَنفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ صَلَّ إِذَا أَهْتَدَيْتُمْ﴾^(۲۳)

(اپنی فکر کرو جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو، تو جو شخص گمراہ رہے، اسی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں)۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعْيَتِهِ﴾^(۲۴)

(تم میں سے ہر ایک گھبہان ہے اور ہر ایک سے انکی رعیت کے بارے میں پوچھنا جائے گا)۔

جب انسان کو اس بات کا قیکن ہو جاتا ہے کہ اسے احکام الہی کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ تو یہ احساس اس کو ذمہ دار انسان بنادیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ہر انسان جو یہاں بوتا ہے، وہی آخرت میں کاٹے گا۔

امام یقینی ﷺ لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غلیفہ منتخب ہوئے، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و مسلمہ قضاما منصب سپرد کیا۔ عدالتِ فاروقی کے متعلق امام یقینی ﷺ فرماتے ہیں: فَمَكَثَ عُمَرُ سَنَةً لَا يَأْتِيهِ إِنْسَانٌ أَوْ لَا يَقْضِي بَيْنَ النِّسْنَيْنِ^(۲۵) (پورے سال میں حضرت عمرؓ کے پاس دو شخصوں کا بھی دعویٰ نہ پہنچا اور دو شخص بھی کوئی شکایت لے کرنا آئے)۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکومت کے عمال و عہدیداران میں چار طرح کی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے: ۱) قوت کے ہوتے ہوئے نرم دلی؛ ۲) سخت مزاجی کے بغیر اصولی سخت گیری؛ ۳) خرچ میں احتیاط و اعتدال لیکن بخشنہ ہو اور ۴) سخاوت لیکن اسراف نہ ہو^(۲۶)۔

امام طاؤس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا فرض اس پر ختم نہیں ہو جاتا کہ متین حکام مقرر کر کے صرف ان کو عدل و انصاف کی تاکید کروں۔ بلکہ میرا یہ بھی ایک فرض ہے کہ میں دیکھوں "اعمل بہا امرته ام لا" یعنی ہمارے حکام ہمارے اصول و شرائط پر کار بند ہیں یا نہیں؟^(۲۷)

قیام خیر درفع شر:

قرآن مجید ایسے معاشرے کی تائید کرتا ہے، جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں اور افراد معاشرہ ان سے تجاوز نہ کریں۔ معاشرتی استحکام کے لیے اسلام نے جس ظن کو بنیادی حکمت عملی قرار دیا ہے، وہ قرآن کے الفاظ میں یوں ہے:

﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعُوهُ مَلَئَ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمَنَاتُ بِإِنْفِسِهِمْ خَيْرًا﴾^(۲۸)

(اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی۔)

اس طرح جھوٹی خبریں نشر کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے:

﴿اللَّهُ أَصَدِقُنَّ بِصَدَقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَفِّقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ﴾

﴿عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَنْ حُورَارَ حَسِيمًا﴾ (۵۰)

(اگر یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس میں رہ سکتے گے۔)

قرآن مجید میں منہیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَجِبُّوْ كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنْ بَعْضَ الظَّنِّ إِلَّا وَلَا﴾

﴿بَحَسَسُوا وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ (۵۱)

(اے ایمان والو! کثرت گمان سے پھو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور تجسس میں نہ پڑو اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَعَرِفُوهُنَّ وَتُنْكِرُوهُنَّ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِىءَ،

وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِيمٌ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا

نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيهِمُ الصَّلَاةَ (۵۲)

(تم پر ایسے لوگ مقرر کیے جائیں گے تم ان کی تعریف بھی کرو گے اور تنکیر بھی۔ پس جس نے کراہت کی تو بری ہو گیا تو جس نے تنکیر کی وہ سلامتی پا گیا لیکن جو راضی ہو گیا اس نے ان کی پیروی کی۔ صحابہ کرام ﷺ بولے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان سے لڑیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ نہیں جب تک وہ نماز قائم کرتے ہیں)۔

محتسب کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ لوگوں کو جمعہ، نماز باجماعت، سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دے اور جھوٹ، خیانت اور دیگر ایسی برا ایسوں سے منع کرے، جو جھوٹ اور خیانت میں داخل ہیں جیسا کہ ناپ قول میں کمی اور اشیاء سازی، خرید و فروخت کے معاملات میں ملاوٹ اور دھوکہ وغیرہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّقِينَ ۝۰ أَلَّذِينَ إِذَا أَكَلُواٰ عَلَى الْنَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝۰ وَإِذَا كَانُوْهُمْ

﴿أَوْ وَزَوْهُمْ يُخْسِرُونَ ۝﴾^(۵۳)

(ناپ اور توول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر دیا پاپ اور وزن کم دیں)۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رُعْيَتِهِ^(۵۴)

(تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے اور وہ اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔)

فرقة واریت کا خاتمه:

معاشرتی استحکام کے لیے فرقہ واریت کا خاتمه بہت ضروری ہے، اور اسی طرح مساوات، عدالت و احسان اور دوستی کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْبِرُوهُا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ وَانْقُوا اللَّهَ لَمَّا كُنْتُمْ

تَرْحَمُونَ﴾^(۵۵)

(یاد رکھو، سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کر دیا کرو)۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعْشُ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِنَّكُمْ وَمُخْذَنَاتِ الْأُمُورِ

فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَذْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسْتَنِي وَسُنْتَةُ الْخُلَافَاءِ

الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيَّينَ، عَصُوا عَلَيْهَا بِالْتَّوَاجِذِ^(۵۶)

(تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ خبر دار!

دین میں نئی نئی بدعتات ایجاد کرنے سے پہنچا اگر تم میں سے کوئی یہ زمانہ پالے، اسے

چاہیے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ غلغٹے راشدین کے طریقے کو لازم کپڑے اور

اسے داؤڑھوں سے مضبوط رکھے)۔

ایفائے عہد:

ایفائے عہد ایک بنیادی اخلاقی وصف ہے، کیونکہ وعدے کا لحاظ انسان کی صداقت کا مظہر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُوَ لِأَمْنَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾^(۵۷)

(اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا پاس رکھنے والے ہیں)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک وعدہ شکن کے لئے قیامت کے دن ایک نشان ہو گا، جو اس کی وعدہ شکنی کرے گا، اور جان رکھو کہ سب سے بڑا قوم کا سردار ہے، اگر وہ وعدہ شکنی کرے تو بڑی وعدہ شکنی ہو گی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿يَتَابُ إِلَهًا الْمُتَّرَكِينَ إِمَّا مُؤْمِنُوا أَتَقْوُا﴾^(۵۸)

(اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو)۔

﴿الَّذِينَ يُؤْفَنُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيَتَاتِ﴾^(۵۹)

(داشمند وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور مضبوط باندھنے کے بعد توڑنہیں ڈالتے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعُ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا حَالَصَا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ حَصْلَةً مِنْهُنَّ
كَانَتْ فِيهِ حَصْلَةً مِنَ النَّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا أُوْتَمَنَ خَانَ، وَإِذَا

حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ^(۶۰)

(چار خصلتیں جس شخص میں ہو، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت رکھوائی جائے، خیانت کرے۔ اور جب یوں، تو جھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی کرے اور جب بھگڑے، تو گالی گلوچ کرے)۔

قانون کی حکمرانی:

قانون کی حکمرانی کسی بھی معاشرہ کے ارتقاء اور بقا کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی شرعی سزاوں کا خاصہ یہ ہے کہ اگر معاشرے میں اس کا صحیح نفاذ کر دیا جائے، تو اس کے نتیجے میں معاشرتی استحکام پیش ہو جاتا ہے۔

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوهُمَا إِيمَادِهِمَا جَزَاءً إِيمَادَ كَسْبَانِكُلَّا مِنَ﴾

﴿اللَّهُ وَاللَّهُ عَزَّلَ حَكِيمٌ﴾ (۲۱)

(چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ بد لہ ہے اس کا جوانہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت و حکمت والا ہے۔)

معاشرہ کے نظم و نسق کے لئے قانون ایک لازمی امر ہے۔ ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَعْتَدَ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمْ﴾

﴿الظَّالِمُونَ﴾ (۲۲)

(یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو جو ان حدود سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔)

اگر ان حدود کو معاشرے میں نافذ کر دیا جائے تو اس کے نتیجے میں معاشرتی استحکام لازمی ہو جاتا ہے۔

﴿كُنْبَ عَيْتَكُمُ الْعَصَاصُ فِي الْفَنَّىٰ أَخْرُجْ بِالْحُرْ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ﴾

﴿إِلَّا إِنَّمَا﴾ (۲۳)

(تم پر قتل کا تقصاص فرض کیا گیا ہے آزاد کے بد لے میں آزاد غلام کے بد لے میں غلام اور عورت کے بد لے میں عورت)۔

﴿وَلَا تَبْحَسُوا إِلَّا سَآشِيَّهُمْ وَلَا تَعْنَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ (۲۴)

(اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَحْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ (۲۵)

(خلق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی)۔

اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی استحکام کے لیے جو امور نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ان میں عدل اجتماعی، ناخواندگی و جہالت کا خاتمہ، مفسوس و نادار طبقات کی محرومیوں کا ازالہ، اطعام مساکین کا اہتمام، نوجوان نسل کے جملہ مسائل کا حل، انتظامی بد عنوانیوں کا خاتمہ اور استحکام معاشرہ کے بارے مفید رویوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام شامل ہے۔

رواداری:

اسلامی معاشرہ کی ایک نمایاں خصوصیت رواداری ہے، اسلام نے رواداری کو فروع دینے کے لیے ایک بنیادی اصول وضع کیا کہ ہر وہ شخص جو دائرہ اسلام میں داخل ہو گا۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ اللہ، یوم آخرت ملائکہ سابقہ کتب سماوی اور بلا تفریق انبیاء پر ایمان لائے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَأَلْيَوْرِ الْآخِرِ وَالْمَلِئِكَةَ وَالْكِتَبِ وَالنَّبِيِّنَ﴾^(۲۲)

(جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں پر اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔)

دوسری جگہ آتا ہے:

﴿قُلْ ءَامَّتَا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّوْكَ مِنْ زَبِيْهِمْ لَا تَفْرِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُمْ مُسْلِمُونَ﴾^(۲۳)

(کہہ کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتنا گیا اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتنا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔)

اس زریں اصول کی آب یاری کے لیے مسلمانوں نے مذہبی اور سیاسی معاملات میں کامل

رواداری کا ثبوت دیا۔

عورت کا مقام

اسلام سے قبل دنیا کے ہر معاشرے میں عورت انسانی حقوق سے محروم تھی اور ذلت کی زندگی گزار رہی تھی۔ ایک غیر مسلم مورخ ڈاکٹر گستاوی لکھتا ہے:

اپارٹمنٹ میں اس بد نصیب عورت کو جس سے کسی قوی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی، مار ڈالتے تھے۔ جس وقت کسی عورت کے پچھے ہو چکتا ہا تو فوائد ملکی کی غرض سے اسے (عورت کو) دوسرے شخص کی نسل لینے کے لیے اس کے خاوند سے عاریاً لے لیتے۔^(۱۸)

تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی مذہب نے بھی عورت کو عزت کا مقام نہیں دیا۔ صرف اسلام نے عورت کو عزت بخشی۔

ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَئِنْ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرَّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾^(۱۹)

(عورتوں کے کچھ حقوق ہیں اور جس طرح کہ بھائی کے ساتھ دستور کے مطابق ان پر کچھ فرائض ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔)

اسلام نے مرد اور عورت کو بحیثیت انسان مساوی قرار دیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَجَنَّةٍ وَظَاهِقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾

﴿وَبَئِثْ مِنْهَا رِجَالًا كَثِيرًا وَسَاءَةً﴾^(۲۰)

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کر دیا۔ بھر دنوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی ہے۔)

عالیگیریت:

اسلامی معاشرہ اپنے اندر عالیگیریت رکھتا ہے۔ اسلام سے قبل کسی مذہب نے بھی عالیگیریت کی بنیاد نہیں رکھی۔ ہندوؤں کا ایمان ہے وہ خدا کی حقیقت قوم ہیں۔ یہودیوں کا بھی یہی نظریہ ہے کہ

وہی خدا کی محبوب ترین قوم ہے اور نجات صرف یہودیوں کے لیے ہے۔ قرآن مجید نے ان کے تھببات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿نَحْنُ أَبْنَاؤُ اللَّهِ وَأَحْبَبُوهُ﴾ (۱۷)

(ہم خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں)

دین اسلام نے عالمگیر معاشرے کی بنیاد رکھی، اور اعلان کیا کہ اللہ رب العالمین ہے، یعنی وہ صرف مسلمانوں کا نہیں، بلکہ تمام جہانوں کا پانہدار ہے۔ آپ ﷺ کے متعلق فرمایا گیا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (۱۸)

(ہم نے تجھے تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

یعنی رسول کریم ﷺ صرف مسلمانوں کی طرف ہی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کی ہدایت

کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔

معاشرتی استحکام اور پاکستان:

ملکت خداداد پاکستان کو آج گوناگون مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں دہشت گردی، کر پش، رشوت، سود، افلاس، بیروز گاری، خاندانی انتشار مذہبی فرقے پرستی، مغرب کی اندھی تقليید، بے دینی، کفر و الحاد، بے جا آزادی نسوں کا مطالبہ، اخلاقی قدروں کی پامالی اور مسئلہ کشمیر سر فہرست ہیں۔ معاشرتی استحکام کے لیے ان مسائل کا تسلی بخش حل ضروری ہے۔

وطن عزیز پاکستان میں قائم ہونے والی حکومتوں کا قیام و استحکام معاشرہ میں مخلص نہ ہونا، جائے خود ایک عظیم لمحہ فکریہ ہے، کیونکہ اقتدار کے حصول و تحفظ کی خاطر تمام شرعی، اخلاقی اور ملکی قوانین نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں دہشت گردی، تحریک کاری، ڈاکہ زنی رہنی، بے حیائی اور دیگر اخلاقی اقدار کی پامالی کا سبب نوجوان نسل کی تربیت کا فقدان ہے۔ نوجوان نسل کی صحیح خطوط پر تربیت سے ہی پاکستانی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

معاشرتی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو روزگار کے موقع فراہم کیے جائیں، معقول تنخواہیں دی جائیں، گداگری کو ختم کرنے کے لیے مناسب اقدامات کئے جائیں، جرائم کو ختم کرنے کے لیے اسلامی حدود کا نفاذ کیا جائے۔

پاکستانی معاشرتی ڈھانچہ اور اس کے اندر جاری و ساری تمدنی روح دونوں ہی ناہمواریوں کا شکار اور خستہ حال ہیں۔ دین سے محبت اور حبِ الوطنی کے جذبات رکھنے والے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ حالات کی نزاکت کے مطابق اپنی ذمہ داریوں پر غور کریں اور تمام بے جا قسم کی گروہی تعصبات سے بالاتر ہو کر پاکستان کے تحفظ کا سوچیں۔ چند اہم اقدامات ذیل کی سطور میں تحریر کئے جا رہے ہیں:

☆ نظام تعلیم کی تشكیل نوکی جائے۔

☆ عدل اجتماعی قائم کیا جائے۔

☆ معاشرتی ناہمواریاں اور طبقاتی کشمکش کو ختم کیا جائے۔

☆ عائلی نظام کو اسوہ حسنہ پر استوار کیا جائے۔

☆ دور حاضر کے فتنہ اباخت کو روکنے کی کوشش کی جائے۔

☆ ملک میں قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا جائے۔

☆ حدود اور تغیرات اسلامی کو فی الفور نافذ کیا جائے۔

☆ فرقہ داریت کے خاتمے کے لئے علمائے کرام اپنی ذمہ داریوں کو نجھائیں۔

☆ دوہر انظام تعلیم ختم اور اس کی نصاب میں جدت لائی جائے۔

☆ شر کا باعث عناصر کا قلع قلع کیا جائے۔

☆ خائن ملاز میں کی بروقت گرفت کر کے ان کو قانون کے حوالے کیا جائے۔

☆ انصاف کی دستیابی ہر سطح پر اور فوری ہو۔

☆ دیانتدار لوگوں کو محتسب لگایا جائے۔

☆ مسلمان ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات کو فروغ دیا جائے۔

☆ پورے معاشرے میں اسلامی نظام کا نفاذ صحیح روح کی ساتھ کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مسلم ممالک کی فلاح و بہود کا انحصار درج بالا اور انہی جیسے دیگر اقدامات پر ہے۔ تاکہ امت مسلمہ اپنے معاشروں کو بحران سے نکال کر نئے پاکیزہ معاشرے کی تصویر ساتھے کر ساری دنیا میں ایمان آور قدروں کے احیاء کا پیغام پہچائیں۔

حوالہ جات

- (۱) سورۃ الحجرات: ۱۳
- (۲) سورۃ النساء: ۱
- (۳) ابن حشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ (مکتبۃ الریاض، الریاض) ۴/ ۴۱-۴۰
- (۴) سورۃ الاسراء: ۷۰
- (۵) سورۃ الانعام: ۱۳۲
- (۶) احمد بن حبیل، مسنداً احمد (دار الفکر، بیروت) ۱/ ۵۱۱
- (۷) سورۃ البقرۃ: ۲۱۳
- (۸) سورۃ یونس: ۱۹
- (۹) ترمذی، محمد بن عیینی، ابو عیینی، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء)، رقم الحدیث: ۲۵۱۵
- (۱۰) قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء)، رقم الحدیث: ۲۳۷
- (۱۱) سورۃ الاحقاف: ۱۳
- (۱۲) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۵۱
- (۱۳) سورۃ الاحزاب: ۲۱
- (۱۴) سورۃ الشرک: ۷
- (۱۵) سورۃ آل عمران: ۳۱
- (۱۶) ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۲۵۱۵
- (۱۷) سورۃ اسرائیل: ۷۰
- (۱۸) سورۃ لیلیم: ۳
- (۱۹) سورۃ المائدہ: ۸
- (۲۰) سورۃ النساء: ۵۸
- (۲۱) سورۃ الاعراف: ۲۹
- (۲۲) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۷۲۲۱، نسائی السنن، رقم الحدیث: ۵۳۹۳
- (۲۳) مستظرف، ۱/ ۱۰۲
- (۲۴) سورۃ آل عمران: ۱۱۰

- (۲۵) سورۃ المساندہ: ۹۷
- (۲۶) سورۃ الحج: ۳۱
- (۲۷) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۷۷۱
- (۲۸) سورۃ الحج: ۹۰
- (۲۹) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن (دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۰ء) رقم الحدیث: ۳۳۳۰۔ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۲۱۷۲
- (۳۰) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۶۸۲
- (۳۱) ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث: ۳۳۳۸
- (۳۲) ابن ماجہ، محمد بن زید، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) رقم الحدیث: ۷۰۰۹
- (۳۳) سورۃ آل عمران: ۱۰۳
- (۳۴) سورۃ آل عمران: ۱۰۵
- (۳۵) سورۃ الانفال: ۳۶
- (۳۶) سورۃ الانفال: ۶۳
- (۳۷) سورۃ الحم السجدہ: ۳۲
- (۳۸) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۰۲۶
- (۳۹) سورۃ یونس: ۶۲
- (۴۰) سورۃ الانعام: ۱۶۳
- (۴۱) سورۃ البقرہ: ۲۸۶
- (۴۲) سورۃ المساندہ: ۱۰۵
- (۴۳) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۸۹۳
- (۴۴) ہندی، علی المنشقی، کنز العمال، ۲/۱۷۳
- (۴۵) ہندی، علی المنشقی، کنز العمال، ۲/۲۳
- (۴۶) سورۃ النور: ۱۲
- (۴۷) سورۃ الاحزاب: ۲۳
- (۴۸) سورۃ الحجرات: ۱۲

- (۴۹) مسلم، الجامع الحسن صحیح، رقم الحدیث: ۱۸۵۳
- (۵۰) سورۃ المطفین: ۱، ۲، ۳
- (۵۱) بخاری، الجامع الحسن صحیح، رقم الحدیث: ۸۹۳
- (۵۲) سورۃ الحجرات: ۱۰
- (۵۳) ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۲۲۷۲
- (۵۴) سورۃ المؤمنون: ۸
- (۵۵) سورۃ المائدہ: ۱
- (۵۶) سورۃ الرعد: ۲۰
- (۵۷) بخاری، الجامع الحسن صحیح، رقم الحدیث: ۳۳
- (۵۸) سورۃ المائدہ: ۳۸
- (۵۹) سورۃ البقرۃ: ۲۲۹
- (۶۰) سورۃ البقرۃ: ۱۷۸
- (۶۱) سورۃ هود: ۸۵
- (۶۲) احمد بن حنبل، المسند (مؤسسة قرطیبی، القاهرۃ)، رقم الحدیث: ۵/۲۲
- (۶۳) سورۃ البقرۃ: ۲۷۷
- (۶۴) سورۃ البقرۃ: ۲۵۶
- (۶۵) چیمہ، غلام رسول، اسلام کا عمرانی نظام، ص: ۲۵
- (۶۶) سورۃ البقرۃ: ۲۲۸
- (۶۷) سورۃ النساء: ۱
- (۶۸) سورۃ المائدہ: ۱۸
- (۶۹) الانبیاء: ۱۰

* * * * *